

## امریکہ سے تعلق کو بہتر بنائیے

چند برسوں سے امریکہ اور پاکستان کے باہمی تعلقات سرد مہری کا شکار تھے۔ موجودہ دور میں کیفیتِ تلخی میں ڈھل چکی ہے۔ آنے والے چند ہفتوں میں مزید تنزلی آئے گی اور کشیدگی میں اضافہ ہو گا۔ ہر ذی شعور کے لیے صورتحال حدرجہ سنجیدہ ہے۔ مشکل بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں نازک معاملات کو جذبائیت بلکہ شدید جذبائیت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ ہر وہ آدمی جو اپنے آپ کو سنبھالنے کی ہمت اور اہمیت نہیں رکھتا، اچھل کر فرم رہا ہے کہ ہم ایک ایسی قوت ہیں اور امریکہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ چند مہینے ہی رہنمای جو ہیل چیز کے محتاج ہیں، سپر پا کو غلیظ گالیوں سے نواز رہے ہیں۔ انکرو کرنے اور پوچھنے والا کوئی نہیں۔ نادان تالیاں بجا کر بے معنی مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ طالب علم کی نظر میں یہ سب کچھ ا لمیے میں بدل سکتا ہے اور تو قع سے بڑھ کر مصائب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

امریکی صدر ٹرمپ کے ذہن اور شخصیت کو بار بار کی سے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ٹرمپ امریکہ کے اس سفید فام اوس طریقے کے باشندے کی نمائندگی کرتا ہے جسکو اس سے قبل بالکل پذیرائی حاصل نہیں ہوئی۔ ٹرمپ خالصتاً عوامی زبان بول رہا ہے جسے مقامی سطح پر واضح اکثریت پسند کرتی ہے۔ درست ہے کہ امریکہ کے پڑھے لکھے طبقے میں اسے ایک غیر معقول انسان سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس تاثر سے کوئی تبدیلی نہیں آئیگی۔ ہمیں اس امر کا ادارا ک بھی ہونا چاہیے کہ ہندوستان نے بہترین سفارت کاری اور حکومت عملی سے امریکی انتظامیہ میں حدرجہ طاقت و راژرو سون خ حاصل کر لیا ہے۔ یہ سب کچھ چند دنوں میں نہیں ہوا۔ ہندوستان نے پندرہ بیس برس سے واشنگٹن میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر محنت کی ہے۔ نتیجہ اب سامنے ہے۔ پاکستان میں یہ بات تسلیم کرتے ہوئے لوگ گھبرا تے ہیں۔ امریکی مقتدر طبقے میں ہمارے ملک کے متعلق کلمہ خیر کہنے والے آٹے میں نمک سے بھی کم ہیں۔ ہمارے دوستوں کی تعداد موجودہ صورتحال میں اور بھی کم ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے اثر کا اندازہ اس بات سے لگائیجئے، کہ وائٹ ہاؤس میں موجودہ صدر کی آمد کے پرائیویٹ جشن میں ہندوستانی موسیقی پر قص ہوتا رہا۔ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہندوستان بین الاقوامی سطح پر "زم ایچ" قائم رکھنے میں کامیاب ہے۔ حقیقت میں تو انڈیا میں بنیاد پرستی حدرجہ بڑھ چکی ہے۔ مگر Perception کی حد تک وہ کامیاب ہے۔ ہمارا معاملہ بے حد متضاد ہے۔ اپنے سافت ایچ کو ڈنڈے مار مار کر بر باد کیا ہے۔ ہماری اکثریت معتدل مزاج کی حامل ہے۔ مگر چند فصد شدت پسند لوگوں نے ہماری بین الاقوامی حیثیت کو تنازعہ بنادیا ہے۔ کبھی کبھی یوں لگتا ہے کہ معدودے چندا فراد جو دنیا میں "دہشت گرد" کے حوالے سے جانے جاتے ہیں، شاہد انکی سلامتی، پاکستان کی سلیمانیت اور مفادات سے زیادہ اہم ہے۔ ہر سطح پر شدید تقيید کا نشانہ بننے کے باوجود "تنازعہ" لوگوں کو گلے سے لگا کر رکھنا قومی مفاد سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس مشکل حکومت عملی کو پوری دنیا مشکوک نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔ ساری دنیا ہمیں دہشت گروں کا معاون سمجھتی ہے۔

امریکی سیاست میں چالیس ایسے سیاستدان ہیں جو انہائی اہم بن چکے ہیں۔ ان سب کا تعلق ہمسایہ ملک سے ہے۔ کبھی ہیل کو فی الحال چھوڑ دیجئے۔ نندیتا یا یری سے لیکر مونیکا گلرہ و رماتک یہ با اثر لوگ فیصلہ کن اہمیت کے حامل ہیں۔ بوبی جندال اس وقت

لوزینا کا گورنر ہے۔ نکی ہیلی رندھاوا ساؤ تھ کیلرو لینا کی گورنر رہ چکی ہے اور اب بین الاقوامی شخصیت بن چکی ہے۔ امریکی دانشوروں کے مطابق نکی رندھاوا، چند سال بعد امریکی صدر بننے کیلئے مضبوط امیدوار ہو گئی۔ فی الحال ٹرمپ کی دست راس کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ یہ کوئی ایک دو دن میں نہیں ہوا۔ بلکہ دہائیوں پر ایک فعال حکمت عملی کے تحت عمل میں آیا ہے، تفصیل بیان کرنا مشکل ہے۔ مگر سوال ہے کہ ان میں سال میں جب ہندوستان اپنا اثر بڑھا رہا تھا، ہم لوگ کیا کر رہے تھے۔ نام نہیں لینا چاہتا۔ مثال کیلئے گزارش کر رہا ہوں۔ ہمارے ایک سویں افسروں امریکہ میں تعینات ہوئے۔ انہوں نے چار پانچ برس میں صرف دو کام کیے۔ ایک اپنے خاندان کیلئے امریکی شہریت حاصل کی اور اسکے ساتھ ساتھ پورے خاندان کے ساتھ ملکروہاں کا روپاً شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے۔ یہ مثال دیگ کا صرف ایک دانہ ہے۔ واشنگٹن میں عرصے سے جس سفارتی چاکدستی اور ذہانت کی ضرورت تھی، اس اہلیت کا قطعاً مظاہر نہیں کیا گیا۔ خوشامدی، پست ذہنیت کی اکثریت سرکاری عمال نے ہمارے ملک کا ثابت اٹھ بنا نے کی وجہے ہر وہ کام کیا جس سے انہیں ذاتی فائدہ حاصل ہو۔ نتیجہ کافی حد تک سامنے ہے۔ ہمارے سفیر کی واشنگٹن کے طاقت و رحلقوں میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ یہ اندر ہیروں میں ٹاک ٹویاں مار رہے ہیں۔ لوگوں کے نام اور کارنامے جاننے کے باوجود ذاتیات پر بات نہیں کرنا چاہتا۔

حالیہ مثال مجھے۔ امریکہ نے اپنا سفارت خانہ تل اویوس سے بیت المقدس منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بڑے عرصے سے یہ فیصلہ مختلف وجوہات پر موخر ہو رہا تھا۔ ٹرمپ نے اس پرانے فیصلے کا بر ملا اعلان کر دیا۔ لازم ہے کہ یہ ایک غیر مناسب قدم تھا۔ اکثر ممالک نے اس پر درست تقید کی۔ کیونکہ ہم نے پاکستان کے تمام معاملے ٹھیک کر لیے ہیں اسیلے فلسطین ہمارا ذاتی بلکہ بہت ذاتی مسئلہ ہے۔ اقوام متحده میں اسکے خلاف چند نجیف مسلمان ممالک کے ساتھ ملکر ایک قرارداد پیش کی جسکی کوئی عملی حیثیت نہیں۔ شدید جذباتیت کا شکار ہو کروہ سب کچھ کیا جو چین، روس، سعودی عرب، کویت اور متحده عرب امارات نے نہیں کیا۔ ہم قرارداد کے محرک بن گئے۔ اس وقت امریکی منفی عمل کا تجزیہ کیے بغیر ہر وہ حرکت کی جس سے معاملات مزید بگڑ گئے۔ آگے نہیں لکھنا چاہتا کیونکہ بات تلخ ہو جائیگی۔ مگر کیا کسی نے سوچا کہ ہم تو فلسطین کے ساتھ ہیں۔ مگر کیا فلسطین ہمارے ساتھ کھڑا ہے۔ پاکستان میں فلسطینی سفیر، القدس ریلی کے حوالے سے چند مذہبی رہنماؤں بشویں حافظ سعید کے ساتھ اٹھ پر تشریف لے گئے۔ پوری دنیا میں انکی تصاویر شائع ہوئیں۔ فلسطینی حکومت نے ایک بار بھی نہیں کہا کہ پاکستانی عوام نے انکی بحث حمایت کے لیے ایک جلوس نکالا۔ فلسطینی سفیر کو فوراً پاکستان سے واپس بلا لیا گیا کہ اس نے دہشت گردوں کے ساتھ ایک اٹھ پر بیٹھنے کی غلطی کی ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ہم فلسطینیوں کے لیے اپنے آپ کو بر باد کر رہے ہیں جنکے نزدیک ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں مکمل بات نہیں کی جاسکتی۔ خوف آ کر قلم کو روک لیتا ہے۔

امریکہ اور اسکے تمام اتحادی اب یک زبان ہو کر پاکستان پر دہشت گردوں کو محفوظ پناہ گا ہیں دینے کا الزام لگا رہے ہیں۔ قریبی ترین دوست چین نے بھی ایک بار سے زیادہ اس طرح کی بات کی ہے۔ مگر ہمارا دیگر انتہائی سادہ ہے۔ یہ بیانیہ انکار سے شروع ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الزام لگانے والے بتائیں کہ محفوظ پناہ گا ہیں کہاں موجود ہیں۔ کبھی کبھی یہ بات بھی ہوتی ہے کہ آئیے ہمارے ساتھ آئیے، دکھائیں کہ یہ دہشت گرد کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ہم اس گھڑی، حالات کی نزاکت کا اندازہ لگائے بغیر ہر وہ کام کر رہے ہیں جس

سے ہمارا مخالف بیانیہ تقویت پکڑ رہا ہے۔ سچ ہے کہ "دہشت گردوں کے خلاف جنگ" میں سب سے بھاری نقصان ہمارا ہوا ہے۔ مگر امریکہ اسکو تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ امریکی بیانیہ کہ دہشت گرد پاکستان میں چھپے ہوئے ہیں اور یہاں سے نکل کر اتحادی فوجیوں پر حملہ کرتے ہیں، دنیا اسکو تسلیم کر رہی ہے۔ سوال ہے کہ ہم سچ ہونے کے باوجود بھی دنیا کو قائل نہیں کر پا رہے۔ ٹرمپ نے پہلی بار کھل کروہ بات سب کے سامنے کہہ دی ہے، جو امریکی حکام چند سالوں سے ملاقاتوں میں بارہا کہہ رہے تھے۔ طالب علم کی حیثیت سے سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے غیر متوازن بیانات کہ امریکہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہمیں امریکی امداد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ ان تمام بیانات کو حقیقت کی عینک لگا کر بے رحم تجزیہ کی ضرورت ہے۔ عام آدمی کیلئے تو یہ جذباتیت بہت پُر کشش ہے۔ مگر کیا واقعی، ہم اتنی بڑی معاشی طاقت ہیں کہ آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور دیگر قرضہ دینے والے بین الاقوامی اداروں کی کوئی ضرورت نہیں۔ عملی طور پر یہ تمام ادارے امریکہ کی پالیسی کے زیر اثر ہیں۔ قرضہ کی بات چھوڑ دیجئے۔ ہم تو سودا دا کرنے کیلئے بھی قرضوں کے محتاج ہیں۔ کسی ماہر معاشیات سے پوچھ لیجئے۔ معاشی استحکام کی خود ساختہ قلمعی کی اصلیت بتا دیگا۔

ٹھنڈے دل سے اپنی تمام حکمتِ عملی پر غور کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمارا ملک ترقی کر سکتا ہے مگر یہ بھی اہم سوال ہے کہ ترقی کیوں نہیں کر پا رہا۔ وہ کون سے عفریب ہیں جنہوں نے ہماری معاشی، سماجی اور معاشرتی ترقی کو جگڑ رکھا ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ہم امریکہ کے ساتھ حقیقت پسندانہ مذاکرات کریں۔ دوستِ ممالک کے تعاون سے موجودہ امریکی انتظامیہ کے ساتھ بیٹھیں۔ ایک ایک نکتے پر انہیں بتائیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں اور ہماری عملی مشکلات کیا ہیں۔ واشنگٹن میں ہر جربہ استعمال کر کے اپنی سفارتی طاقت کو بڑھائیں۔ اپنے شدید ترین ناقدین بلکہ دشمنوں سے بھی بات چیت کا ڈول ڈالیں۔ ڈرے بغیر، انتہائی فعال طریقے سے، دنیاوی حقوق پر سمجھوٹہ کریں۔ عالمِ اسلام کی ذمہ داری لینے کی بجائے اپنے ملک کو معاشی طور پر مضبوط کریں۔ اسے جدید فلاحی ریاست بنانے کی کوششیں کریں۔ جو "دہشت گرد" ہمارے ساتھ نتھی کر دیے گئے ہیں، انہیں تدبیر سے قومی ترقی کے دھارے میں شامل کریں۔ بھول جائیں کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے۔ کہاں کیا مسئلہ ہے۔ اپنے ملکی مسائل کو حل کرنے کی ایسی حکمتِ عملی ترتیب دیں جو قابل عمل ہو۔ مگر یہ صرف ایک خواہش ہے۔ ہمیں تواندروں کی دشمنوں نے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ کوئی مضبوط فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ ہم ڈری ہوئی قوم ہیں اور جذباتیت کا سہارا لیکر ایک ایسی طرف لے جایا جا رہا ہے جس میں صرف تباہی ہے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ امریکہ سے تعلقات کو بہتر بنائیں۔ مگر شائداب یہ کرنا بے حد دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد شائدنا ممکن ہو جائے۔ مگر ہمارا قومی مفاد، با مقصد صلح اور امن میں ہے۔ ورنہ سب کچھ ختم ہو جائیگا!

راوی منظر حیات